www.KitaboSunnat.com

دار الافتاء

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین

تارک الصلوٰۃ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہے

زیرِ نظر مضمون فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین کا ایک فتویٰ ہے، جو آپ نے تارک الصلوٰۃ کے بارے میں جاری فرمایا ہے۔

موصوف کا پورا نام محمد بن صالح بن محمد بن عثیمین الوہیبی التمیمی ہے۔ اور آپ بمقام عُنیزہ، ۱۳۴۷ھ میں رمضان شریف کے آخری عشرہ میں پیدا ہوئے ـــــ مزید مختصر تعارف درج ذیل ہے:

اپنی والدہ کے دادا کے پاس قرآنِ مجید حفظ کیا۔ پھر تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، خوشخطی سیکھی، حساب اور دوسرے فنون و آداب کی تعلیم حاصل کی۔ باقاعدگی سے تعلیم کا سلسلہ شیخ محمد بن عبد العزیز المطوع ؒ کے پاس شروع کیا۔ اُن کے ہاں توحید کی مبادیات، فقہ، فرائض، نحو وغیرہ علوم پڑھے۔ پھر شیخ عبد الرحمٰن بن علی بن عودان کے پاس فرائض اور فقہ کا علم حاصل کیا۔ پھر شیخ عبد الرحمٰن بن ناصر سعدی کے پاس توحید، تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، فرائض، نحو و صرف کے علوم حاصل کئے اور سندِ فراغت لی۔

۱۳۷۱ھ میں جامع مسجد میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۱۳۷۲ھ میں ریاض میں علمی ادارے قائم ہوئے تو اُن سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۳۷۴ھ میں عُنیزہ کے "المعهد العلمی" میں استاذ مقرر ہوئے۔ ساتھ ساتھ کلیۃ الشریعۃ میں تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

آپ کے دوسرے استاذ سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز ہیں۔ ان کے پاس صحیح بخاری پڑھی، امام ابن تیمیہؒ کے کچھ رسائل اور فقہ کی بعض کتابیں بھی پڑھیں۔ شیخ ابنِ باز کی صحبت سے ان میں علمِ حدیث کی طرف خاص میلان پیدا ہوا، حدیث میں دسترس حاصل ہوئی اور مذاہبِ فقہاء میں نظر کے ساتھ ساتھ مذہبِ حنبلی سے خاص ربط و ضبط قائم ہو گیا۔ جب شیخ ابنِ سعدیؒ وفات پا گئے تو عُنیزہ کی جامع مسجد میں امامت کے فرائض سنبھال لیے ـــ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتبۃ العنیزۃ الوطنیۃ اور المعہد العلمی دونوں میں تدریس کے مشاغل بھی ساتھ ساتھ جاری رہے۔
اس کے بعد "قصیم" میں جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی شاخ میں تدریس کا بار بھی آپ کو سونپ دیا گیا۔

اُس وقت سے آج تک جامع مسجد عنیزۃ کی امامت کے ساتھ ساتھ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی شاخ "کلیۃ الشریعۃ" اور "کلیۃ اصول دین" میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

—— تارک الصلوٰۃ کے بارے میں موصوف کے اس فتویٰ کو قارئینِ محدث کے لیے پروفیسر چوہدری عبدالحفیظ اور پروفیسر ملک ظفر اقبال (انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور) کی مشترکہ کوشش نے اردو قالب میں ڈھالا ہے۔ فَجَزَاهُمُ اللهُ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ!

(ادارہ)

آج بہت سے مسلمان نماز سے کاہل اور غافل ہو گئے ہیں، نماز کو ضائع کر بیٹھے ہیں حتیٰ کہ بعض نے تو خالصتاً سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کر رکھا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ آج کے ان عظیم مسائل میں سے ہے جس میں لوگ مبتلا ہو چکے ہیں۔ اور قدیم و جدید علماء و ائمہ کرام کا اس بارے میں بڑا اختلاف ہے، اس لیے میں نے چاہا کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے اسے لکھ دوں اور اس تحریر کو تین عنوانات کے تحت ملخص کر دیا ہے:

۱۔ تارک الصلاۃ کا حکم۔

۲۔ مسلمان عورت سے اس کے نکاح کا حکم۔

۳۔ اُس عورت سے مرد کی اولاد کا حکم۔

۱۔ جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے، یہ بہت بڑے علمی مسائل میں سے ایک ہے اور اس سلسلے میں سلف و خلف اہلِ علم نے بہت اختلاف کیا ہے۔ امام احمدؒ بن حنبل کا فرمان ہے:

"تارک الصلاۃ (خالصتاً) کافر ہے اور اس کا کفر اسے ملّتِ اسلامیہ سے خارج کرنے کا باعث ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے اور نماز نہ ادا کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اسے فاسق قرار دیتے ہیں، کافر نہیں گردانتے۔ تارک الصلوٰۃ کی سزا کے بارے میں ان کا پھر اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کہتے ہیں: "تارک الصلوٰۃ پر قتل کی حد جاری کی جائے" اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: "اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ تعزیر نافذ کی جائے"

جب یہ مسئلہ بہت بڑے علمی نزاع کا باعث ہے تو یہ بات لازم ہے کہ اسے کتاب اللہ (قرآن) اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

"وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ۔ الآية!" (الشوریٰ: ۱۰)

"اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اُس کا فیصلہ خدا کی طرف سے ہوگا)!"

اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ۔ الآية!" (النساء: ۵۹)

"اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹا دو (یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو)!"

چونکہ اختلاف کرنے والوں میں ہر ایک کا قول دوسرے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا اور ہر آدمی یہی خیال کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے — دونوں فریقوں میں سے کوئی فریق بھی اس بات کا زیادہ مستحق نہیں کہ اسی کی بات کو تسلیم کیا جائے، ایسی صورت میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فیصلے کے لیے رجوع کرنا ہی لازمی اور ضروری ہے۔

چنانچہ جب ہم اس اختلافی مسئلے کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ کتاب و سنت دونوں "تارک الصلوٰۃ" کے کفرِ اکبر پر دلالت کرتے ہیں، جو اسے ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتے ہیں۔ جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے، سورۃ توبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَآتَوُا الزَّكَوٰةَ فَإِخْوَانُكُمْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِي الدِّيْنِ — الآيۃ !" (التوبۃ : ۱۱)

"اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں"

سورۃ مریم میں ہے :

"فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا" (مریم : ۵۹-۶۰)

"پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے، جنہوں نے نماز کو چھوڑ دیا، گویا اسے کھو دیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب ان کو گمراہی (کی سزا) ملے گی، ہاں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل نیک کئے تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائیگا"

سورۃ مریم کی یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز ضائع کرنے والوں اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے والوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے اور سورۃ توبہ کی آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان اخوت کے لیے تین شرائط متعین کی ہیں :

۱۔ شرک سے توبہ

۲۔ نماز کا قیام

۳۔ زکوٰۃ کی ادائیگی۔

ان شرائط سے واضح ہے کہ اگر وہ شرک سے تو توبہ کرلیں مگر نماز قائم نہ کریں، اگرچہ زکوٰۃ ادا کریں، تو وہ ہمارے دینی بھائی نہیں ہیں۔ اور اگر وہ نماز تو قائم کرلیں مگر زکوٰۃ ادا نہ کریں، پھر بھی ہمارے دینی بھائی نہیں ہیں —— اب ظاہر ہے کہ دین میں اخوت کی اس وقت تک نفی نہیں ہوتی جب تک انسان کلیتًا دین سے خارج نہ ہو جائے۔ جبکہ فسق و فجور اور چھوٹے موٹے کفر سے اخوت کی نفی نہیں ہوتی —— قتل کے بارے میں آیۂ قصاص پر غور فرمائیے :

"فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ — الآيۃ !" (البقرۃ : ۱۷۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"پس اگر قاتل کو اُس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص) میں سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارثِ مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرار داد کی) پیروی (یعنی مطالبۂ خون بہا) کرنا اور (قاتل کو) خوش اسلوبی کے ساتھ (خون بہا) ادا کرنا چاہیے!"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قاتل کو اس کے جرمِ قتل کے باوجود مقتول کا بھائی قرار دیا ہے، حالانکہ قتلِ عمد کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

"وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔" (النساء: ۹۳)

"اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اُس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اُس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اُس نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اسی طرح مسلمانوں کے دو گروہوں کی لڑائی کے بارے میں اس فرمانِ الٰہی پر غور فرمائیے:

"وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا۔ الآية" (الحجرات: ۹)

"اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو اُن میں صلح کرا دو!"

اس سے اگلی آیت میں فرمایا:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ۔ الآية"

(الحجرات: ۱۰)

"مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو!"

پس اللہ نے صلح کرنے والے فریقین اور لڑائی کرنے والے دونوں فریقوں کے درمیان رشتۂ اخوت کو برقرار رکھا ہے۔ اگرچہ مومن کا قتل کرنا کفر ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا:

"سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔"

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کا قتل کفر ہے۔"

لیکن یہ کفر اسے ملتِ اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔ سورۃ البقرۃ کی مذکورہ بالا آیتِ کریمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ باوجود اس جرمِ قتل کے اس کی اخوت باقی ہے۔

پس اس سے پتہ چلا کہ نماز کا ترک کرنا ایسا کفر ہے جو ملّتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے اور اگر یہ (نماز کا ترک کرنا) فسق اور چھوٹا موٹا (معمولی) کفر ہوتا تو اس کے مرتکب کی اخوتِ اسلامی کی یوں نفی نہ کی جاتی جیسے کہ سورۃ توبہ کی آیت سے ظاہر ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کیا سورۃ التوبۃ کی مذکورہ آیت کی روشنی میں تارک الزکوٰۃ بھی کافر ہے؟

—— تو ہمارا جواب یہ ہے کہ تارک الزکوٰۃ کے بارے میں بعض اہلِ علم کا خیال ہے، وہ کافر نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک بھی امام احمدؒ کی بات راجح ہے کہ اسے کافر نہ گردانا جائے، لیکن اسے بہت سخت سزا دی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنّت میں ذکر کیا ہے۔

حدیثِ ابی ہریرہؓ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ نہ دینے والے کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر اُس کا ٹھکانہ جنت ہے یا جہنم —— امام مسلمؒ نے پوری حدیث "بَابُ اِثْمِ مَانِعِ الزَّکٰوۃِ" میں نقل کی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تارک الزکوٰۃ کافر نہیں ہوتا۔ اگر وہ کافر ہوتا تو جنت کے لیے اُس کا کوئی راستہ نہ تھا۔

—— اور جہاں تک سنّتِ طیبہ سے تارک الصلوٰۃ کے کفر پر دلالت کا تعلق ہے، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کافی ہے:

"اِنَّ بَیْنَ الرَّجُلِ وَ بَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکَ الصَّلٰوۃِ"

"بے شک بندے اور شرک و کفر کے درمیان نماز کے چھوڑنے کا ہی فرق ہے"۔ یہ حدیث مسلم شریف کی "کتاب الایمان" میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابنِ ماجہ میں حضرت بریدہؓ بن حصیب روایت کرتے ہیں، "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"اَلْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ، فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ"

"بے شک ہمارے اور کفّار کے درمیان نماز ہی کا فرق ہے۔ جس نے نماز کو چھوڑ دیا اُس نے کفر کا ارتکاب کیا۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں کفر سے مراد وہ کفر ہے جس کی بنیاد پر انسان ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمنین اور کفار کے درمیان نماز ہی کو حدِ فاصل قرار دیا
اور یہ بات بڑی معروف ہے کہ ملتِ کفر اور ملتِ اسلام دونوں الگ الگ ہیں۔ پس
نماز کے عہد کو پورا نہیں کرتا وہ کافروں میں شمار ہوتا ہے۔

صحیح مسلم میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"سَتَكُوْنُ اُمَرَآءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ عَرَفَ بَرِئَ وَمَنْ اَنْكَرَ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَّنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوْا اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا!"

"قریب ہے کہ تم پر امیر مقرر ہوں، تم ان کے اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی، پھر جو کوئی برے کام کو پہچان لے وہ بری ہوا (اگر اس کو روکے ہاتھ یا زبان یا دل سے) اور جس نے برے کام کو برا جانا وہ بھی بچ گیا، لیکن جو راضی ہوا برے کام سے اور اس کی پیروی کی (وہ تباہ ہوا) صحابہ کرامؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ ہم ان (امراء) سے لڑائی نہ کریں؟" آپؐ نے فرمایا "نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں!"

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ فَقَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ!"

"تمہارے بہتر حاکم وہ ہیں جنہیں تم چاہتے ہو اور وہ تمہیں چاہتے ہیں، وہ تمہارے لیے دعاء کرتے ہیں اور تم ان کے لیے دعاء کرتے ہو۔ اور برے حاکم وہ ہیں جن کے تم دشمن ہو اور وہ تمہارے دشمن ہیں، تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر لعنت کرتے ہیں۔ عرض کی گئی " یارسول اللہ! ایسے حاکموں کو ہم تلوار سے نہ ہٹادیں؟" آپؐ نے فرمایا: "نہیں، جب تک وہ نماز کو تمہارے درمیان قائم کرتے رہیں!"

یہ دونوں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر امراء اور حکام نماز قائم نہ کریں تو اُن کے خلاف تلوار سے جہاد کرنا جائز، اور انہیں معزول کرنا روا ہے، لیکن جب تک وہ صریح کفر کا اظہار نہ کریں اُس وقت تک انہیں معزول کرنا اور ان کے خلاف جہاد کرنا جائز نہیں۔ ہمارے لیے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا بھیجا، ہم نے آپؐ کی بیعت کی۔ بیعت کے الفاظ میں یہ بھی تھا کہ " ہم نے سمع وطاعت پر بیعت کی —— ہر خوشی اور ناخوشی میں، تنگی اور فراخی میں، اور ہم اپنی جانوں پر اس بات کو ترجیح دیں گے —— ہم حکام سے کوئی جھگڑا نہ کریں گے!" آپؐ نے فرمایا " اگر تم حکام میں صریح کفر دیکھو تو اُن کو قتل کرنے کے لیے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل موجود ہے!"

کتاب وسنّت سے کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا جس سے یہ پتہ چل سکے کہ تارک الصلوٰۃ کافر نہیں۔ یا یہ معلوم ہو سکے کہ تارک الصلوٰۃ مومن ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس سلسلے میں اگر کچھ ہے تو وہ ایسی نصوص ہیں جو توحید کی فضیلت یعنی" لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی شہادت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی اور اس کے ثواب پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ نصوص یا تو فی نفسہا ایسی قیود کے ساتھ مقید ہیں جن کے ہوتے ہوئے محال ہے کہ کوئی نماز چھوڑ دے، یا وہ ان خاص حالات میں وارد ہوتی ہیں جن میں ترکِ صلاۃ کو شرعی عذر سمجھا جاتا ہے اور یا پھر وہ نصوص عام ہیں۔ پس ان کو تارکِ صلوٰۃ کے کفر کے دلائل پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ دلائل خاص ہیں، اور خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔

اگر کوئی کہنے والا کہے کہ تارک الصلوٰۃ کے کفر پر دلالت کرنے والی نصوص تو ایک انسان کے وجوبِ نماز سے انکار پر دلالت کرتی ہیں۔

ہم کہتے ہیں، یہ بات اس لیے جائز نہیں ہے، کہ اس میں دو خطرے ہیں:

۱۔ جو وصف شارع کی مراد تھا اور جس کی بنیاد پر انہوں نے یہ حکم بھی لگایا، وہ وصف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے زائل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شارع نے کفر کا حکم نماز ترک کرنے پر لگایا ہے نہ کہ نماز کے انکار پر۔ اور دینِ اسلام میں اخوّت کی بنیاد بھی نماز کی اقامت پر ہی قائم کی گئی ہے نہ کہ وجوبِ نماز کے اقرار پر! ___ غور فرمایئے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ :

" فَإِنْ تَابُوا وَ اَقَرُّوا بِوُجُوبِ الصَّلَاةِ ... "

" اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے وجوب کے اقراری ہو جائیں ..... ! "

اور نہ ہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا :

" بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ جَحْدُ وُجُوبِ الصَّلَاةِ - " یا

" اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمُ الْإِقْرَارُ بِوُجُوبِ الصَّلٰوةِ فَمَنْ جَحَدَ وُجُوبَهَا فَقَدْ كَفَرَ ! "

یعنی " اللہ کے (مومن) بندے اور شرک و کفر کے درمیان وجوبِ نماز کے انکار کا فرق ہے !" ___ یا ___ " ہمارے اور اُن کے درمیان عہد وجوبِ نماز کے اقرار کا ہے، جس نے اس کے وجوب کا انکار کیا اُس نے کفر کا ارتکاب کیا "

اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہوتی تو کتاب و سنت میں یہ بات موجود ہوتی ۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں ہے :

" وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ - " (النحل : ۸۹)

" اور ہم نے آپؐ کی طرف ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے "

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

" وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ - " (النحل : ۴۴)

" اور ہم نے آپؐ کی طرف ذکر (قرآنِ مجید) نازل فرمایا ہے تاکہ آپؐ لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کر دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے "

۲ - وہ وصف مراد لینا پڑے گا جسے شارع نے حکم کی اصل بنیاد قرار نہیں دیا۔ کیونکہ بغیر شرعی عذر کسی بھی شخص کا پانچوں نمازوں کے وجوب کا انکاری ہونا موجبِ کفر ہے، چاہے وہ نماز پڑھتا ہو چاہے نہ پڑھتا ہو اس کفر میں نماز کا تارک اور نماز ادا کرنے وا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ اگر ایک شخص پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتا ہے۔ ان نمازوں کو تمام شرائط، ارکان، واجبات اور مستحبات کے ساتھ ادا کرتا ہے، لیکن نمازوں کے وجوب کا بغیر کسی عذر کے انکاری ہو تو نماز ترک نہ کرنے کے باوجود وہ کافر ہے۔ پس اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ توحید و رسالت کے اقرار کی فضیلت والی نصوص کا اس آدمی پر اطلاق کرنا جس نے نماز کو چھوڑا، صحیح نہیں ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے اور یہ کفر ایسا ہے جو اسے ملّتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ جیسے کہ واضح طور پر ابنِ ابی حاتم نے اپنی "سنن" میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی ہے ـــــ آپؓ فرماتے ہیں:

"أَوْصَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَتْرُكُوا الصَّلَاةَ عَمْدًا فَمَنْ تَرَكَهَا عَمْدًا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وصیت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اور نماز کو عمداً نہ چھوڑنا۔ کیونکہ جس نے عمداً اور ارادتاً نماز چھوڑ دی وہ ملّتِ اسلامیہ سے خارج ہو گیا۔"

جس طرح نقلی دلیل کا یہ تقاضا ہے، اسی طرح عقلی اور نظری دلیل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ تارکِ صلوٰۃ کافر ہے ـــــ وہ شخص کیسے ایمان والا ہو سکتا ہے، جو ایک ایسے عمل کو ترک کرتا ہے جو دین کا ستون ہے اور کتاب و سنت میں اس کے لیے بڑی ترغیب آئی ہے، پس یہ ترغیب ہر مومن عاقل سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ نماز کو قائم کرے۔ اسی طرح نماز کے ترک کرنے پر جو وعید آئی ہے وہ ہر مومن عاقل سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ اسے ترک نہ کرے اور نماز کو ضائع کرنے سے بچے!

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہاں تارک الصلوٰۃ کے کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے، نہ کہ ملت سے خارج ہونا۔ یا اس سے مراد بڑا کفر نہیں بلکہ چھوٹا کفر ہے۔ یعنی "كُفْرٌ دُوْنَ الْكُفْرِ الْأَكْبَرِ" ـــــ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

"اِثْنَتَانِ بِالنَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا کفر ہیں۔

اسی طرح آپؐ نے فرمایا:

"سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔"

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کا قتل کرنا کفر!"

اور اسی طرح کی دوسری مثالیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک احتمال ہے اور اس قسم کی مثالوں سے استدلال درج ذیل وجوہات کی بناء پر صحیح نہیں ہے:

۱۔ نماز کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر اور ایمان نیز موحدین اور کفار کے درمیان حدِ فاصل قرار دیا ہے۔ چنانچہ کفر اور ایمان، اسی طرح موحد اور کافر ایک دوسرے کے نقیض ہیں، یہ ایک دائرے میں نہیں آسکتے۔

۲۔ نماز اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور نماز کا تارک اس رکن کو گرا دیتا ہے۔ لہٰذا یہ وہ کفر ہے جو اسے اسلام سے خارج کر دیتا ہے، بخلاف اس آدمی پر کفر کے اطلاق کے جس نے افعالِ کفریہ میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا ہو۔

۳۔ کچھ دیگر نصوص بھی ایسی ہیں جو تارک الصلوٰۃ کے ایسے کفر پر دلالت کرتی ہیں جو اسے ملّتِ اسلامیہ سے خارج کرتا ہے، ان نصوص کی صحت اور موافقت کا تقاضا ہے کہ تارک الصلوٰۃ کے کفر پر ان کا اطلاق ہو۔

۴۔ کفر کی تعبیر کے مختلف انداز ہیں ـــــ ترک الصلوٰۃ کے بارے میں فرمایا گیا:

"بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ .... الخ" یہاں لفظِ کفر "ال" سے معرّف کیا گیا ہے، نکرہ استعمال نہیں ہوا۔ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کفر سے مراد حقیقتاً کفر ہے ـــــ یہ کفرِ مطلق نہیں ہے، بلکہ وہ کفر ہے جو اپنے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" کے صفحہ ۷۰ پر لکھا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ" کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں خصلتیں فی نفسہٖ کفر ہیں ـــــ اعمالِ کفر میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اور یہ خصلتیں لوگوں میں عام پائی جاتی ہیں۔ لیکن ہر وہ آدمی جس میں کفر کی خصلتوں

 محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے کوئی خصلت پائی جائے وہ کفرِ مطلق کا مرتکب نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں حقیقی کفر نہ آئے، جس طرح کہ ایمان کے شعبوں میں سے کسی ایک شعبے پر کوئی آدمی عمل کرے تو وہ مومن نہیں بن جاتا، جب تک کہ اصل ایمان اور اس کی حقیقت اس میں موجود نہ ہو!

پس دلائل کا تقاضا یہی ہے کہ بلاشک نماز کا تارک کافر ہے۔ اور یہ کفر اسے ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ اس بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کی رائے صحیح ہے۔ اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول ایسا ہی ہے جسے ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت درج کیا ہے:

"فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ — الآیة!"

اسی طرح امام ابن قیمؒ نے اپنی "کتاب الصلوٰۃ" میں ذکر کیا ہے کہ مذہبِ شافعی میں ایک نقطہ نظر یہی ہے —— امام طحاویؒ نے بھی امام شافعیؒ سے اسی قول کو نقل کیا ہے۔

جمہور صحابہ کی بھی یہی رائے ہے، بلکہ بعض نے تو اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نقل کیا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اعمال میں سے نماز کے علاوہ کسی اور عمل کے ترک کو کفر نہ سمجھتے تھے" اسے ترمذی اور حاکم نے روایت کیا اور اپنی اپنی شرطوں پر اسے صحیح کیا ہے۔ معروف امام اسحاق بن راہویہؒ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح روایت کیا گیا ہے کہ "نماز کا تارک کافر ہے" اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک اہلِ علم کی رائے یہی رہی ہے کہ عمداً نماز کا تارک حتیٰ کہ بغیر عذر نماز کا وقت چلا گیا اور اس نے نماز ادا نہیں کی، تو وہ کافر ہے۔ ابنِ حزمؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرات عبدالرحمٰنؓ بن عوف، معاذ بن جبلؓ، ابوہریرۃؓ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرامؓ سے یہ مروی ہے کہ ہم نے صحابہؓ میں سے کسی کو اس رائے کا مخالف نہیں پایا۔

—— منذری نے ترغیب وترہیب میں اس مسئلے کو ابنِ حزم سے نقل کیا اور اس میں صحابہؓ کے کچھ زاید نام بھی لکھے ہیں، جن میں حضرات عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، جابر بن عبداللہؓ اور ابوالدرداءؓ شامل ہیں —— صحابہؓ کے علاوہ انہوں نے احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام نخعیؒ، حکم بن عتیبہؒ، ایوب السختیانیؒ، ابوداود الطیالسیؒ، ابوبکر بن ابی شیبہؒ اور زہیر بن حربؒ جیسی ہستیوں کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ جو اہلِ علم تارک الصلوٰۃ کو کافر نہیں مانتے ان کے دلائل کا جواب کیا ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ ان دلائل میں یہ کہیں نہیں کہ تارک الصلوٰۃ کافر نہیں ہوتا یا مومن ہوتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، یا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ!

غور و فکر سے ان دلائل کا جائزہ لیا جائے تو یہ دلائل درج ذیل چار اقسام سے زیادہ نہیں ہیں، اور یہ سب کے سب تارک الصلوٰۃ کو کافر کہنے والوں کے دلائل سے متعارض ہیں۔

پہلی قسم: اصل مسئلہ (تارک الصلوٰۃ کا کافر نہ ہونا) کی اس میں سرے سے کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے قرآنِ مجید میں اس فرمانِ الٰہی سے استدلال کیا ہے:

"إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" (النساء: ۴۸)

یہاں "مَا دُونَ ذٰلِكَ" کا معنیٰ یہ ہے کہ جو اس سے کمتر ہو ــــ اس کا معنیٰ "ماسوا" نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس نے اللہ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی چیز کا بطلان کیا، وہ ایسا کافر ہے کہ جس کی بخشش نہ ہوگی، اگرچہ اس کا یہ گناہ شرک نہیں ہے۔ لہٰذا اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ "مَا دُونَ ذٰلِكَ" کا مطلب "مَا سِوٰى ذٰلِكَ" ہے تو پھر بھی نماز کا یہ حکم، عام مخصوص کی قبیل سے تو ضرور ہو جائے گا۔ کیونکہ اس حکمِ عام کو وہ نصوص خاص کرتی ہیں جو شرک کے علاوہ کفر اور کفر مخرج عن الملۃ جیسے گناہوں پر، جو کہ کبھی معاف نہیں ہوں گے، دلالت کرتی ہیں۔ گو کہ وہ شرک نہیں ہیں۔

دوسری قسم: ان عمومی دلائل کی ہے جو ان احادیث کی بنیاد پر خاص ہو جاتے ہیں جو تارک الصلوٰۃ کے کفر پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان، جو حضرت معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ"

"جو آدمی بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ اس کے لیے دوزخ کو حرام ٹھہرا دیتا ہے۔"

بطورِ مثال یہ ایک حدیث ہم نے ذکر کی ہے۔ ایسے ہی الفاظ حضرات ابوہریرہؓ، عبادہ بن صامتؓ اور عتبان بن مالکؓ جیسے صحابہ سے بھی مروی ہیں۔

تیسری قسم: ان عام مقید دلائل کی ہے جن کی وجہ سے نماز کا ترک ممکن ہی نہیں ہے۔ جیسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضرت عتبانؓ بن مالک سے مروی ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فَإِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ"

"جس نے خالصتاً لِوَجهِ اللّٰهِ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کہا، اس پر اللہ دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔" اسے بخاریؒ نے روایت کیا۔ اور حدیثِ معاذؓ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یوں ہیں :

"مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ" (بخاری)

"جو شخص صدقِ دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔"

پس شہادتین کا اخلاصِ نیت اور صدقِ دل سے اقرار و اعتراف انسان کو نماز چھوڑنے سے منع کرتا ہے۔ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو صدق اور اخلاص تو رکھتا ہو اور اس کا صدق اور اخلاص اس کو نماز پر آمادہ نہ کرے۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ نماز اسلام کا ستون ہے اور یہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان خصوصی تعلق ہے۔ جب بندہ اپنے رب کی رضا جوئی میں صادق اور مخلص ہوگا تو اس کے لیے لازمی ہے کہ ہر وہ عمل کرے جو اس مقصد سے اسے قریب کر دے۔ اور ہر اس عمل سے اجتناب کرے جو بندے۔ اور اس کے رب کے درمیان حائل ہونے کا باعث بنے۔

چوتھی قسم کے دلائل وہ ہیں جن میں ترک الصلوٰۃ کو عذر تسلیم کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ حدیث جو ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے ــــ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يَدْرُسُ الْإِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ ......"

"اسلام اسی طرح مٹتا چلا جائے گا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار مٹتے ہیں۔"

اور اسی میں ہے کہ لوگوں میں سے بوڑھے مردوں اور عورتوں کا ایک طبقہ بچ جائے گا، جو کہیں گے: "ہم نے اس کلمہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" پر اپنے آباء و اجداد کو پایا، پس ہم بھی ایسا ہی کہتے ہیں!" ــــ صلہ نے حذیفہ بن الیمانؓ سے کہا کہ "انہیں "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کچھ کفایت نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا — اس حال میں کہ وہ نہیں جانتے، نماز کیا ہے؟ روزہ کیا ہے؟ حج کیا ہے؟ اور صدقہ کیا ہے؟" یہ سن کر حذیفہ بن الیمانؓ نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا تو صلۃ نے تین دفعہ یہ سوال دُھرایا۔ حضرت حذیفہؓ ہر دفعہ اس (صلہ) سے منہ پھیرتے رہے۔ اور اس کے بعد تیسری دفعہ اُس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "اے صلہ، آگ سے انہیں یہ چیزیں نجات دیں گی۔ پس جن لوگوں کو اس کلمے " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" نے دوزخ سے نجات دلائی وہ اسلامی عبادات کو چھوڑنے پر معذور تھے۔ کیونکہ وہ ان کے بارے میں سرے سے کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ ہاں جو کچھ وہ بجالائے اس سے زیادہ ان کی مقدرت میں نہ تھا اور ان کا معاملہ ان لوگوں کا سا ہے جو اسلامی احکام کی فرضیت سے پہلے فوت ہو گئے یا ان پر عمل سے پہلے پہلے انہیں موت نے آلیا۔ مثلاً وہ شخص جو کلمۂ توحید کا اقرار کرنے کے فوراً بعد اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے سے پہلے پہلے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیتا ہے۔ یا وہ شخص جو دارالکفر میں مسلمان ہوا اور اسلامی احکام کے جاننے سے پہلے پہلے اسے موت نے آلیا۔

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ ترک الصلوٰۃ سے کفر نہ لازم کرنے والوں کے دلائل کفر لازم کرنے والوں کے دلائل کا مقابلہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان لوگوں نے جن نصوص سے استدلال کیا، یا تو سرے سے ان میں اس بارے کوئی دلیل نہ تھی یا یہ نصوص کسی ایسے وصف کے ساتھ مقید ہیں جن میں ترکِ صلوٰۃ ممکن ہی نہ تھا۔ یا جن میں ترکِ صلوٰۃ کو شرعی عذر تسلیم کیا گیا ہے۔ پس جب اس کا کفر مخالف دلائل کی نسبت واضح ہو گیا تو اس پر کفر کا حکم نافذ ہوگا۔

۲۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ تارک الصلوٰۃ کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسلمان عورت سے نکاح کرے، کیونکہ وہ کافر ہے — کتاب وسنت اور اجماع کی بنیاد پر کافر کے لیے مسلمان عورت حلال نہیں — فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ ؕ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِھِنَّ ج فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ ؕ لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَا ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ ۔ الاٰیۃ!" (الممتحنۃ: ۱۰)

"مومنو، جب تمہارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو اُن کی آزمائش کر لو۔ (اور) خدا تو اُن کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ سو اگر تم جانو کہ وہ مومن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں تو انہیں کفار کے پاس واپس نہ بھیجو کہ نہ یہ (عورتیں) ان کے لیے حلال ہیں۔
اور نہ وہ (کافر مرد) ان (مومن عورتوں) کے لیے حلال ہیں!"

مغنی ابنِ قدامہ ج ۶ صفحہ ۵۹۲ پر ہے:

"اہلِ علم میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اہلِ کتاب کے علاوہ سب کفار کی عورتیں اور ان کے ذبائح حرام ہیں۔"

نیز:

"مرتد ہونے والی عورت سے نکاح (خواہ وہ کسی بھی دین سے منتعلق ہو) حرام ہے۔ کیونکہ جس دین (اسلام) کو چھوڑ کر وہ دوسرے دین کی طرف منتقل ہوئی اس کا دین دار ہونا باقی نہ رہا۔"

اور باب المرتد میں کہا گیا:

"کوئی (مسلمان) اس سے نکاح کرے تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہے اور نکاح کے اقرار کی اسی طرح ممانعت ہے جیسے کافر کو کسی مسلم عورت سے نکاح کی ممانعت ہے۔"[1]

یہاں مرتدہ سے نکاح کی تحریم کی صراحت کی گئی ہے۔ اور یہ کہ مرتد کا نکاح کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ــــ اگر نکاح کے بعد ارتداد ہوا تو اس کا حکم کیا ہوگا؟ ــــ مغنی ابنِ قدامہ ج ۶ ص ۲۹۸ میں ہے:

"اگر میاں بیوی میں سے، دخول سے پہلے کوئی ایک بھی مرتد ہو جائے تو اسی وقت اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں بن سکتا۔ اور اگر دخول کے بعد ارتداد ہوا تو اس میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ فوری طور پر میاں بیوی میں جدائی ہو جائے گی اور دوسرا نکتۂ نظر یہ ہے کہ عدت گذرنے تک خاوند کے پاس رہے گی۔"

ص ۶۳۹ پر ہے کہ:

---

[1] وَلَا يَصِحُّ تَزَوُّجُ الْمُرْتَدِّ وَلَا الْمُرْتَدَّةِ أَحَدًا ــــ الاجماع الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (مجمع الانہار للحنفیۃ، آخر باب النکاح الکافر، ج ۱ ص ۳۰۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"دخول سے پہلے ارتداد کی بنیاد پر نکاح کا ٹوٹ جانا عام اہلِ علم کا موقف ہے"۔

(اس موقف کی کاتب نے دلیل بھی ذکر کی ہے)، اور فوری طور پر نکاح اس وقت ٹوٹے گا جب ارتداد دخول کے بعد ہوا ہو۔ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا یہی قول ہے کہ عدت گزرنے تک وہ مرد کے پاس رہے گی ــــ ائمہ اربعہؒ میاں بیوی میں سے کسی ایک کے ارتداد کی بناء پر نکاح کے ٹوٹنے پر متفق ہیں۔ لیکن اگر ارتداد دخول سے پہلے ہوا تو نکاح فوری طور پر ٹوٹ جائے گا۔ اگر ارتداد دخول کے بعد ہوا تو امام مالکؒ اور ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ نکاح پھر بھی فوراً ٹوٹ جائے گا۔ اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ عدت گزرنے تک انتظار کرنا ہوگا۔ امام احمدؒ سے دونوں مذاہب سے ملتی جلتی دو روایتیں موجود ہیں"۔

مغنی ابنِ قدامہ ص ۲۴۰ پر ہے:

"اگر میاں بیوی دونوں اکٹھے مرتد ہو جائیں تو ان کا حکم وہی ہے، جو دونوں میں سے ایک کے مرتد ہونے کا ہے۔ اگر ارتداد دخول سے پہلے ہوا تو فوری طور پر جدائی ہو جائے گی اور اگر دخول کے بعد ارتداد ہوا تو کیا جدائی فوری طور پر ہو گی؟ ــــ امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق عدت گزرنے تک اسے ٹھہرنے کی اجازت ہو گی"۔

پھر امام ابوحنیفہؒ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ:

"اگر میاں بیوی اکٹھے مرتد ہو جائیں تو ان کا نکاح نظریۂ استحسان کی رو سے نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ ان کا دین مختلف نہیں ہوا۔ پس ان کی مثال ان میاں بیوی کی سی ہے جو اگر کافر ہوتے اور اکٹھے مسلمان ہوتے، تو ان کا نکاح قیاسِ طرد و عکس کی بنیاد پر قائم رہتا"۔

پس جب یہ بات واضح ہو گئی کہ مرتد کا نکاح مسلم سے جائز نہیں، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ــــ کتاب و سنت کے دلائل کا یہی تقاضا ہے ــــ نیز کتاب و سنت کی رو سے اور عامۃ الصحابۃ کی نظر میں بھی تارک الصلوٰۃ کافر ہے ــــ تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جب کوئی شخص نماز ادا نہیں کرتا اور مسلم عورت سے نکاح کرتا ہے تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ یہ عورت اس نکاح سے اس کے لیے حلال نہیں ہو گی۔ ہاں اگر وہ توبہ کر لے اور اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس پر تجدیدِ نکاح واجب ہو گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر ایک کافر، کافرہ سے نکاح کرتا ہے، پھر عورت مسلمان ہو جاتی ہے تو اگر اس کا قبولِ اسلام دخول سے پہلے ہوا تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر اس کا قبولِ اسلام دخول کے بعد ہوا تو نکاح نہیں ٹوٹے گا ۔۔۔ اس وقت تک انتظار کیا جائے گا کہ اس کا خاوند عدت پوری ہونے سے پہلے پہلے مسلمان ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو وہ اس کی بیوی رہے گی لیکن اگر عدت قبولِ اسلام سے پہلے ختم ہو جائے تو مرد کا عورت پر کوئی حق نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عورت کے مسلمان ہوتے سے ہی نکاح فسخ ہو گیا۔ نیز کفار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی بیویوں کے ساتھ مسلمان ہوتے تھے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نکاحوں کو برقرار رکھتے تھے۔ ہاں اگر تحریم کا کوئی اور سبب ظاہر ہو جاتا تو نکاح ٹوٹ جاتا! ۔۔۔ بطورِ مثال اگر میاں بیوی مجوسی ہوں اور ان کے درمیان حرمت کا کوئی سبب موجود ہو، مثلاً ماں بیٹا یا بہن بھائی ہوں، تو حرمت کے اس سبب سے ان کی علیحدگی کروا دی جائے گی۔

جہاں تک ترکِ صلوٰۃ کی بناء پر کافر ہونے والے کا تعلق ہے، اگر اس نے کسی مسلمان عورت سے نکاح کیا تو یہ مسلمان عورت کتاب وسنت اور اجماع کی بنیاد پر کافر کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

اگر ایک آدمی اصلاً کافر ہو (یعنی وہ مرتد نہیں ہوا) اور وہ کسی مسلمان عورت سے نکاح کرے تو نکاح باطل ہوگا۔ اور میاں بیوی کے درمیان تفریق لازمی ہوگی۔ اور اگر وہ کافر مسلمان ہو جائے اور پھر اسی عورت کو اپنی بیوی رکھنا چاہے تو یہ تجدیدِ نکاح کے بغیر کسی صورت ممکن نہیں۔

۳۔ تیسرا نکتہ: تارک الصلوٰۃ کی مسلمان عورت سے اولاد کے حکم کا ہے ۔۔۔ جہاں تک ماں کی نسبت کا تعلق ہے، وہ ہر حال میں مسلمان عورت کی اولاد ہے۔ اور جہاں تک خاوند کی نسبت کا تعلق ہے، اس شخص کی رائے کے مطابق جو تارک الصلوٰۃ کو کافر نہیں سمجھتا، وہ اس مرد کی ہی اولاد ہے اور اسی کو ملے گی۔ کیونکہ ایسے شخص کے نزدیک اس کا نکاح صحیح ہے۔

لیکن جہاں تک اس شخص کا زاویۂ نگاہ ہے جو تارک الصلوٰۃ کو کافر مانتا ہے ۔۔ اور یہی برحق بھی ہے، جیسے کہ پہلے نکتے میں تحقیق کے ساتھ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں ۔۔ تو اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں ہم یہ دیکھیں گے کہ:

اگر خاوند نہیں جانتا کہ اس کا نکاح باطل ہے یا پھر وہ اس بات کا قائل نہیں ہے تو اولاد اسی کی ہوگی اور اسی کے ساتھ ملحق کر دی جائے گی۔ یہ وطء شبہ ہوگا، اور وطء شبہ میں خاوند سے نسب ملحق کیا جاتا ہے۔

اور اگر خاوند یہ سمجھتا ہے کہ اس کا نکاح صحیح نہیں تو اولاد اس سے ملحق نہیں ہوگی کیونکہ اس کی رائے میں یہ عورت اُس کے لیے حلال نہ تھی اور اس سے مباشرت اسے حرام تھی۔

یہ اس عظیم مسئلے کے متعلق ہماری تحریر ہے جس میں آج بے شمار لوگ مبتلا ہیں۔ اور ہم اللہ سے ہی دعاگو ہیں کہ وہ ہمارے لیے ہدایت کا سامان پیدا فرما دے۔ ہمیں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان لوگوں کے راستہ پر، جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا یعنی انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ اور یہ بہتر ساتھی ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ!

(دستخط مع تاریخ ۱۳ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ)

ردِّ تقلید اور

حجیتِ حدیث

حدیث کے حجتِ شرعیہ ہونے پر

شیخ ناصر الدین البانی کی مایہ ناز کتاب

ضخامت ——— ترجمہ ——— قیمت

۸۸ صفحات حافظ عبدالرشید اظہر ۹ روپے

ناشر: ادارہ محدث ۹۹ جے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور ۱۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ